تنقید اور محاسبہ

جاء الحق وزھق الباطل

مولانا محمد زمان ڈیروی فاضل دارالعلوم حقانیہ
مدرس نجم المدارس کلاچی

بخاری اور دیگر کتب حدیث پر
تمنا عمادی کے الزامات کی حقیقت

گذشتہ سے پیوستہ

کیا ابوعبداللہ الحاکم صاحب مستدرک شیعہ تھے؟

تمنا عمادی نے اپنی تحقیقات علمی کے دوران یہ بھی ارشاد فرمایا

کہ ابوعبداللہ الحاکم مستدرک کا ترجمہ لسان المیزان میں دیکھ لیجئے یہ شیعہ تھے. مگر خلفاء ثلاثہ کے مناقب کی حدیثیں بھی روایت کرتے تھے." (فکر ونظر ص ۲۷۱)

سو اس کا جواب یہ ہے کہ مقالہ نگار خود تسلیم کر رہے ہیں. کہ وہ خلفاء ثلاثہ کی حدیثیں بھی روایت کرتے تھے ۔ تو معلوم ہوا کہ آپ شیعیت میں غالی نہ تھے ۔ اور اسکی مزید تائید ابوبکر خطیب کے قول سے ہوتی ہے جسکو علامہ شمس الدین الذہبی ۷۴۸ھ نے تذکرۃ الحفاظ ص ۲۳۰ ج ۲ میں ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

قال الخطیب ابوبکر ابوعبداللہ الحاکم کان ثقۃ یمیل الی التشیع

ابوبکر خطیب فرماتے ہیں کہ حاکم ثقہ تھے البتہ اس میں کچھ شیعیت کو میلان تھا۔

یہاں تک کہ معرفۃ علوم الحدیث للحاکم کے شروع میں ڈاکٹر سید معظم حسین مصنف کا ترجمہ لکھتے ہوئے حاشیہ ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ مصنف کے حالات اور ترجمہ کے مآخذ مندرجہ ذیل کتب ہیں،

تذکرۃ الحفاظ ص ۲۲۸ ج ۲ وفیات الاعیان لابن خلکان ص ۴۸۱ ج ۱ طبقات لابن السبکی جلد ۳ ص ۶۴ تا ۷۲ لسان المیزان جلد ۵ ص ۲۳۳

پھر حاکم کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

تمسک الذھبی وابن السبکی برای ابی بکر الخطیب اذ ھو ثقۃ ضابط

امام ذہبیؒ اور ابن السبکی نے ابوبکر خطیب کی رائے سے استدلال کیا ہے. اسلئے

لکن لایدل ذلک قطعا علی میلانه الی التشیع وتقدیمه علیا علی الشیخین بل یستبعد تفضیله علیا علی عثمان رضی الله عنهما اذ له معارض اقوی لایقدر علی دفعه فانه عقد بابا فی کتاب الاربعین لتفضیل ابی بکر وعمر وعثمان رضی الله عنهم واختصهم من بین الصحابة وقدم فی المستدرک عثمان رضی الله عنه۔

کہ وہ ثقہ ہیں۔ لیکن یہ بات حاکم کے شیعی ہونے اور حضرت علیؓ کو شیخین پر ترجیح دینے پر ہرگز دلالت نہیں کرتی، بلکہ حضرت علیؓ کو حضرت عثمان پر فضیلت دینا آپ سے ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس کا قوی معارض موجود ہے۔ چنانچہ آپ نے کتاب الاربعین میں خلفاء ثلاثہ کی فضیلت پر مستقل باب قائم کیا اور ان کو سب صحابہؓ میں سے مختص کر دیا۔ اسی طرح مستدرک میں آپ نے حضرت عثمانؓ کو (حضرت علیؓ) پر مقدم کیا ہے۔

اس کے بعد پھر نقل کرتے ہیں:

فمن یخرج مثل هذه الاحادیث التی تکاد تکون نصا فی خلافة الثلاثة وتفضیلهم وافضلیة عثمان هل یظن به التشیع والرفض۔

جو شخص ایسی حدیثیں اپنی کتابوں میں ذکر کرے جو تقریباً تقریباً خلفاء ثلاثہ کی خلافت اور ان کی فضیلت میں نص صریح ہوں اور ایسی حدیثیں جن سے حضرت عثمانؓ کی فضیلت ثابت ہوتی ہو، کیا ایسے شخص پر شیعی اور رافضی ہونے کا گمان کیا جا سکتا ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

اذا نظرنا فی هذا الرجل کما قال السبکی وجدنا انه محدث ثقة لایختلف فی ذلک وهذه العقیدة تبعد عن المحدثین فان التشیع فیهم نادر ثم اذا نظرنا فی مشائخه الذین اخذ عنهم العلم نجدهم من کبار اهل السنة ومتصلبین فی عقیدة ابی الحسن الاشعری الی قوله ثم نری

جب ہم حاکم کے بارے میں نظر کرتے ہیں، جیسا کہ امام سبکی نے فرمایا تو ہم اسکے ثقہ محدث ہونے میں کسی قسم کا اختلاف نہیں پاتے اور شیعیت وغیرہ کا عقیدہ محدثین سے بہت نادر اور بعید ہے۔ پھر جب ہم آپ کے مشائخ وغیرہ میں نظر کرتے ہیں۔ تو ان کو اہل سنۃ اور ابوالحسن الاشعری کے عقیدہ کے مطابق پاتے ہیں۔ جس سے

الحافظ الثبت ابالقاسم بن عساکر اثبتہ فی عداد الاشعریین الذین یستبعدون اهل التشیع ویبرؤون الی اللّٰہ عنھم۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اہل سنت میں سے ہیں ماس کے بعد ہم نے یہ بھی دیکھا کہ ابن عساکر نے آپ کو اشعریین میں شمار کیا ہے۔ اور اشعریین تو شیعوں سے دور بھاگتے ہیں۔

تو کیا مذکورہ دلائل سے یہ صاف ظاہر نہیں ہو رہا کہ آپ شیعہ نہ تھے۔ اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ آپ شیعہ تھے تو نفس شیعیت کوئی جرح نہیں جب تک اس میں تعصب اور غلو نہ ہو۔ مقالہ نگار خود تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ آپ نے خلفاء ثلاثہ کے فضائل نقل کئے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ اگر بالفرض وہ شیعہ بھی تھے تو شیعیت میں غالی نہ تھے ــــــــ اور ائمہ جرح و تعدیل کے نزدیک نفس شیعیت کوئی جرح نہیں۔ یہ اگر مولانا موصوف جیسے "محدث" کے نزدیک جرح ہو تو اور بات ہے۔

اس کے علاوہ علامہ ابن حجرؒ نے جہاں لسان المیزان میں آپ کو شیعہ تسلیم کیا ہے۔ وہاں ساتھ ہی یہ بھی ذکر کر دیا ہے۔ کہ :

فاما صدقہ فی نفسہ فامر مجمع علیہ والحاکم اجل قدرا واعظم خطرا و اکبر من ان یذکر فی الضعفاء
(لسان المیزان ۲۳۳/۵)

حاکم کا فی نفسہ ثقہ ہونا یہ ایک متفق علیہ ہے۔ اور امام حاکم بڑی قدر و شان والے ہیں۔ اس بات سے کہ آپ کا ذکر ضعفاء لوگوں میں کیا جاوے۔

حدیث سیدا شباب اہل الجنۃ کے بارہ میں عمادی کی تلبیس

علامہ موصوف نے حاکم کو شیعی بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرما دیا کہ " اہل سنت تو کسی سے عناد نہیں رکھتے۔ اس لئے حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنینؓ کے مناقب میں جو حدیثیں شیعوں نے پیش کیں بسر و چشم قبول کر لیں۔ مثلاً الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ خالص شیعوں کی حدیث ہے۔ اس کے راوی یزید بن ابی زیاد الکوفی ہیں۔ ان کے سوا کسی اور نے اسکی روایت نہیں کی ان سے کئی شخص روایت کرتے ہیں۔ تہذیب التہذیب میں لکھا ہے۔ کان من ائمۃ الشیعۃ الکبار۔ مگر ترمذی میں یہ حدیث موجود ہے۔ اس تصریح کے ساتھ اس حدیث کو یزید بن ابی زیاد ہی کی وجہ سے ہم جانتے ہیں " (فکر و نظر ص ۲۷۱)

لہ اسکی بحث بعد میں آئے گی۔

اس سے پہلے کہ یزید بن ابی زیاد کا ثقہ ہونا ثابت کریں یہ بیان کرنا ضروری ہے۔ کہ یہ حدیث خالص شیعوں کی کیسے ہے۔ ناظرین کرام اور اہل علم حضرات سے خصوصی گذارش ہے۔ کہ ترمذی صفحہ ۲۲۰/۲ پر اس حدیث کا معائنہ کریں کہ اسکی سند میں کون سے رواۃ ہیں۔ تاکہ محقق موصوف کی تلبیس اور بے انصافی واضح ہو سکے۔ چنانچہ حدیث مع سند کے مندرجہ ذیل ہے۔

حدثنا محمود بن غیلان نا ابوداؤد	امام ترمذیؒ بسند متصل ابوسعید خدری
الحضری عن سفیان عن یزید	رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ
بن ابی زیاد عن ابی نعم عن ابی	نے فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ	کہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنت کے
علیہ وسلم الحسن والحسین سیدا	نوجوانوں کے سردار ہوں گے۔
شباب اھل الجنۃ۔	

مذکورہ بالا روایت امام ترمذیؒ چھ رواۃ کے واسطہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر رہے ہیں۔ اور یزید بن ابی زیاد کے علاوہ سب رواۃ کو تہذیب التہذیب میں دیکھ لیا جاوے۔ کسی ایک پر بھی شیعیت کی جرح نہیں ہے۔ بلکہ اکثر صحیحین کے رواۃ ہیں۔ چنانچہ محمود بن غیلان کا ترجمہ صفحہ ۶۴/۱۰ اور ابوداؤد الحضری کا ترجمہ صفحہ ۵۵/۲ اور سفیان کا ترجمہ صفحہ ۱۱۳/۴ اور ابن ابی نعم صفحہ ۲۸۶/۶ پر ملاحظہ فرمادیں۔ ان رواۃ کے ثقہ ہونے کی وجہ سے تو امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا۔

تو سب سے پہلے علامہ موصوف کی یہ بات درست نہیں کہ یہ حدیث خالص شیعوں کی ہے۔ کیونکہ یزید بن ابی زیاد کے علاوہ کسی پر شیعیت کی جرح نہیں ہے۔

پھر محقق موصوف کا یہ کہنا کہ "ترمذی میں یہ حدیث موجود ہے۔ اس تصریح کے ساتھ اس حدیث کو یزید بن ابی زیاد کی وجہ سے ہم جانتے ہیں" امام ترمذی پر خالص بہتان اور افتراء ہے کیونکہ امام ترمذیؒ نے یزید بن ابی زیاد کی روایت کے متعلق یہ نہیں کہا کہ اس حدیث کو یزید بن ابی زیاد کی وجہ سے ہم جانتے ہیں۔ بلکہ اس کے برعکس امام ترمذی نے اس روایت کو ہذا حدیث حسن صحیح سے تعبیر کیا ہے۔

البتہ امام ترمذیؒ نے ایک دوسری روایت جو تفصیل کے ساتھ ترمذی صفحہ ۲۲۱/۲ میں ذکر ہے۔ اور اس کے متن میں سیدا شباب اہل الجنۃ ہے۔ اور وہ بواسطہ اسرائیل کے حضرت حذیفہ

سے منقول ہے۔ اس کے متعلق امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ ھذا حدیث لا نعرفہ الامن حدیث اسرائیل۔ (کہ یہ حدیث غریب ہے۔ اس حدیث کو اسرائیل کی سند ہی سے ہم جانتے ہیں۔)

شاید محقق موصوف نے اصل کتاب دیکھی نہیں اور حافظہ سے یہ بات لکھ دی ہے۔ اس لئے ان کو یہ غلطی لاحق ہوگئی کہ جو امام ترمذی کی اسرائیل کی روایت کے متعلق کہی گئی بات تھی، مولانا نے یزید بن ابی زیاد کی روایت پر چسپاں کر دی۔ اسی طرح مولانا کا یہ کہنا کہ "اس کے راوی یزید بن ابی زیاد الکوفی ان کے سوا کسی اور نے اسکی روایت نہیں کی ان سے کئی شخص روایت کرتے ہیں" ایک حد تک صحیح نہیں کیونکہ اسرائیل کی روایت بواسطہ حذیفہؓ میں یزید بن ابی زیاد راوی بالکل نہیں۔ اور اس کے متن میں یہ جملہ ذکر ہے۔ اسی طرح ابن ماجہ ص۱۲ میں یہ روایت دوسری سند سے مذکور ہے جو یہ ہے:

حدثنا محمد بن موسیٰ الواسطی	امام ابن ماجہ بسند متصل ابن عمرؓ سے
ثنا المعلی بن عبد الرحمٰن ثنا ابن	روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ
ابی ذئب عن نافع عن ابن عمر	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	حضرت حسن اور حسین جنت کے نوجوانوں
وسلم الحسن والحسین سیدا	کے سردار ہیں اور ان کے باپ
شباب اھل الجنۃ وابوھما	(حضرت علیؓ) ان سے بہتر ہیں۔
خیر منھما۔	

کاش! علامہ موصوف اصل کتاب کے مطالعہ اور مراجعت کے بعد اپنی جرح وتنقید کے شوق کو پورا فرماتے ؎

کمال است در نفس انسان سخن   تو خود را بگفتار ناقص مکن!

یزید بن ابی زیاد کی تعدیل

اس کے بعد علامہ موصوف کا یہ فرمانا کہ "یزید بن ابی زیاد کے متعلق تہذیب التہذیب میں یہ لکھا ہے۔ کہ کان من ائمۃ الشیعۃ الکبار۔

اس سے ہم انکار نہیں کرتے۔ لیکن یہ سوچنا ضروری ہے کہ کیا آپ کے ترجمہ میں اس کے سوا بھی کچھ ذکر ہے یا نہیں۔ جہاں یہ ذکر ہے۔ انہی اوراق میں آپ کے مندرجہ ذیل اقوال بھی موجود ہیں:

قال عثمان بن ابی شیبہ عن	عثمان بن ابی شیبہ جریر سے نقل کرتے

جریر کان احسن حفظا من عطاء
(تہذیب ص ۳۳۰ ج ۱۱)

ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ یزید بن ابی زیاد حافظہ کے لحاظ سے عطاء سے زیادہ اچھے ہیں۔

پھر ص ۳۳۱ ج ۱۱ پر فرماتے ہیں:

وقال یعقوب بن سفیان ویزید وان کانوا یتکلمون فیه لتغیره فهو علی العدالة وان لم یکن مثل الحکم ومنصور

یعقوب بن سفیان فرماتے ہیں۔ کہ یزید بن ابی زیاد میں اگرچہ لوگ اس کے تغیر ہونے کی وجہ سے اس میں گفتگو کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ عادل ہیں۔
اگرچہ اس کا درجہ امام حکم بن عتیبہ اور منصور کو نہیں پہنچتا۔

پھر فرماتے ہیں:

وقال ابن شاهین فی الثقات قال احمد بن صالح المصری یزید بن ابی زیاد ثقة ولا یعجبنی قول من تکلم فیه۔

ابن شاہین نے اپنی کتاب الثقات میں فرمایا کہ احمد بن صالح مصری فرماتے ہیں۔ کہ یزید بن ابی زیاد ثقہ ہیں۔ اور جو لوگ اس میں کلام کرتے ہیں۔ ان کا قول مجھے کچھ تعجب میں نہیں ڈالتا۔

الغرض جب یزید بن ابی زیاد میں اتنی صفات بھی موجود ہیں تو مولانا موصوف کو چاہیئے تھا۔ کہ وہ اس راوی کے متعلق ائمہ کے ان اقوال کو بھی نقل کرتے اور پھر نتیجہ اخذ کرتے تو بہتر ہوتا صرف جرح کا قول نقل کر کے تعدیل کے اقوال کو چھوڑ دینا قواعد جرح و تعدیل کی رو سے ہرگز ٹھیک نہیں اور تعصب باطن کا بین ثبوت ہے۔ مولانا عبدالحی اللکھنوی المتوفی ۱۳۰۴ھ اپنی کتاب الرفع والتکمیل کے ص۸ پر لکھتے ہیں:

وانما جوزت للضرورة الشرعیة حکموا بانه لا یجوز الجرح بما فوق الحاجة ولا الاکتفاء علی نقل الجرح فقط فیمن وجد فیه الجرح والتعدیل کلاهما من النقاد

یعنی جرح اور تعدیل کا جواز ضرورت شرعی کی وجہ سے ہے۔ اس لئے ائمہ نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ ضرورت سے زیادہ جرح یا صرف جرح کا نقل کرنا اس شخص کے حق میں جس میں جرح و تعدیل دونوں

ولا یجرح من لا یحتاج الی جرحہ۔ موجود ہیں، جائز نہیں اور اسی طرح جو شخص جرح کا محتاج نہیں اس کو مجروح کرنا جائز نہیں۔ (عقلاً وہ راوی نہ ہو)

اسی طرح یزید بن ابی زیاد کے ثقہ ہونے کی مزید تائید علامہ محمد محفوظ بن عبداللہ الترمسی کی کتاب "منہج ذوی النظر" کی مندرجہ ذیل عبارت سے ہوتی ہے۔ اور یہی مضمون علامہ جلال الدین السیوطی نے مختصر الفاظ میں تدریب الراوی صفحہ ۵۲۱ پر بیان کیا ہے۔ منہج ذوی النظر کی عبارت یہ ہے:

وقال ابو الفتح تعرف الثقة بالتنصیص علیہ من راو او ذکر فی کتاب مؤلف لکن (اے علم بانہ) افرد الثقات ای لبیان ثقات الرواۃ ککتاب الثقات لابن حبان والعجلی وابن شاہین و غیرہم او تخریج ملتزم الصحۃ فی التخریج لہ کالبخاری ومسلم فی صحیحیہما وان تکلم فی بعض من خرجالہ فلا یلتفت الیہ وکذا من خرج علی کتابیہما کابن خزیمۃ و نظائرہ۔

(منہج ذوی النظر صفحہ ۲۰)

ابو الفتح فرماتے ہیں۔ کہ کسی شخص کے ثقہ ہونے کی علامت کسی راوی کا اس کے ثقہ ہونے پر تصریح کرنا یا اس کا ذکر ایسی کتاب میں ہو جس میں صرف ثقات کا ذکر ہو جیسے کتاب الثقات ابن حبان یا عجلی یا ابن شاہین وغیرہم اور یا اس راوی سے ایسے لوگ تخریج کریں جنہوں نے اپنے اوپر ثقہ راوی سے روایت کرنا لازم کیا ہے جیسے امام بخاری اور مسلم نے اپنی صحیحین میں اگرچہ ان دونوں کتابوں کے بعض رواۃ پر کلام ہوا ہے۔ لیکن اس پر کوئی توجہ نہیں کی جائیگی۔ یا اس راوی کا ذکر ایسی کتاب میں ہو جس نے صحیحین پر استخراج کیا ہو۔ جیسے ابن خزیمۃ وغیرہ۔

مذکورہ بالا عبارت سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے۔ کہ جس راوی کا ذکر صحیحین یا ثقات ابن شاہین وغیرہ میں ہو تو وہ راوی ثقہ ہیں۔ تو یزید بن ابی زیاد صحیح مسلم کا راوی ہے۔ بلکہ تعلیق بخاری کا ہے۔ اور ابن شاہین نے آپ کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ جیسے پہلے تہذیب التہذیب صفحہ ۳۳۱ ج ۱۱ کی عبارت نقل کر چکے ہیں۔

ساتھ ہی منہج ذوی النظر کی یہ عبارت کہ "وان تکلم فی بعض من خرجالہ فلا یلتفت الیہ" اسکی صاف دلیل ہے۔ کہ اس معمولی جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اس کے علاوہ اگر یزید بن ابی زیاد کا ثقہ معلوم کرنا ہو تو مسلم ص۴ پر تفصیل ملاحظہ فرمادیں اس میں سے مختصر اقتباس پیشِ نظر ہے۔ امام مسلمؒ بہت سے ثقہ رواۃ کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ :

فاذا نحن تقصینا اخبار ھذا الصنف	امام مسلمؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب ہم اس اعلیٰ
من الناس اتبعناھا اخبارا یقع فی	قسم کے لوگوں کی تتبع سے فارغ ہوئے
اسانیدھا بعض من لیس بالموصوف	تو اس کے بعد ایسے احادیث لائے
بالحفظ والاتقان کالصنف المقدم	جنکی سند میں ایسے لوگ ہیں جو پہلے قسم
قبلھم علی انھم وان کانوا فیما وصفنا	کے طبقے کے حفظ اور اتقان کے درجہ
دونھم فان اسم الستر والصدق وتعاطی	کو نہیں پہنچے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود
العلم یشملھم کعطاء بن ابی السائب	کہ وہ مرتبہ میں قسم اوّل کے مرتبہ سے کم
ویزید بن ابی زیاد ولیث بن ابی سلیم	ہیں۔ لیکن عدالت اور صداقت اور اہل علم
واضرابھم من حمال الآثار ونقال الاخبار	ہونے کا وصف انکو ضرور شامل ہے۔
الی قولہ الاتری انک اذا وازنت	جیسے عطاء بن ابی السائب اور یزید بن
ھولاء الثلاثۃ الذین سمینٰھم	ابی زیاد اور لیث بن ابی سلیم اور دوسرے
عطاء ویزید ولیث بمنصور بن المعتمر	اس درجہ کے احادیث نقل کرنے والے
وسلیمٰن الاعمش واسمٰعیل بن	کیا یہ بات آپ کو معلوم نہیں کہ جب تین
ابی خالد فی اتقان الحدیث والاستقامۃ	شخصوں یعنی عطاء یزید اور لیث
فیہ وجدتھم مباینین لھم لایدانونھم۔	کا مقابلہ اتقان اور تثبت حدیث میں

منصور بن المعتمر سلیمٰن الاعمش اور اسمٰعیل بن ابی خالد کے ساتھ کریں تو آپ پہلے تین شخصوں کے مقابلہ میں کم پائیں گے اور ان کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتے۔

اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ فتح الملہم ص۱۱۶/۱ پر فرماتے ہیں۔

والمراد بالستر انہ لیس فیھم ما ینافی	اور ستر سے مراد یہ ہے۔ کہ ان میں ایسے
العدالۃ والمروۃ فیما یبدو للناس۔	چیزیں نہ ہوں جو عدالت اور مروت کے
	خلاف ہوں۔

تو مذکورہ بالا مسلم کی عبارت پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ یزید بن ابی زیاد فی نفسہ عادل

اور ثقہ ہے۔ البتہ منصور بن المعتمر کے درجہ کا ثقہ نہیں ہے۔ اور اس سے ہم بھی انکار نہیں کرتے۔ اور اس کا ذکر یعقوب بن سفیان نے اس جملہ میں کر دیا کہ "یزید فان کانوا یتکلمون فیہ لتغیرہ فھو علی العدالۃ وان لم یکن مثل الحکم ومنصور۔ (تہذیب۔ ص ۳۳۱/ ۱۱)

مولانا موصوف نے یہ فرمایا تھا کہ تہذیب التہذیب میں لکھا ہے۔ "کان من ائمۃ الشیعۃ الکبار" افسوس کہ مولانا نے اس قول کے قائل کا نام ذکر بھی نہیں کیا۔ تہذیب التہذیب ص ۳۲۹/ ج ۱۱ میں یہ قول اس طرح نقل ہے، وقال علی بن المنذر عن ابن فضیل کان من ائمۃ الشیعۃ الکبار۔

تو معلوم ہوا کہ قائل محمد بن فضیل ہیں۔ اب خود اس کا ترجمہ مختصر طور سے حسب ذیل ہے:

قال حرب عن احمد کان یتشیع وکان حسن الحدیث۔ (تہذیب ص ۴۰۵/ ج ۹)	حرب امام احمدؒ سے نقل کرتے ہیں کہ محمد بن فضیل میں شیعیت تھی۔ البتہ اسکی حدیث اچھی ہے۔
وقال ابن سعد کان ثقۃ صدوقا کثیر الحدیث متشیعا وبعضھم لایحتج بہ وقال العجلی کوفی ثقۃ شیعی۔ (تہذیب ص ۴۰۶/ ج ۹)	ابن سعد فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ صدوق اور کثیر الحدیث تھے۔ لیکن شیعی تھے اور بعض لوگ اسکو قابل حجۃ نہیں شمار کرتے۔ امام عجلی فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ ہیں۔ لیکن شیعہ تھے۔

(باقی آئندہ)

احوال وکوائف دار العلوم

حسب معمول صفر المظفر کے پہلے ہفتہ میں دار العلوم کے سہ ماہی امتحانات شروع ہوئے جو تحریری اور تقریری شکل میں ایک ہفتہ تک جاری رہے۔ طلبہ نے کافی دنوں پہلے امتحانات کی تیاری شروع کی تھی۔ امتحانات کا نظم وضبط اور طلبہ کی نگرانی کا کام اساتذہ نے سنبھالا۔

۵-۶ جولائی کی درمیانی شب حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے مدرسہ عربیہ گجرات کے سالانہ اجتماع کی صدارت فرمائی اور مختصر خطاب فرمایا۔ اس اجتماع میں حضرت مولانا درخواستی صاحب مدظلہ اور دیگر عمائدین جمعیۃ العلماء نے بھی شرکت کی۔ ۲ ربیع الاول بروز جمعہ بعد از نماز عصر پشاور کی ایک تجارتی فرم کا افتتاح فرمایا۔ اس موقعہ پر حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے اپنی مختصر تقریر میں اسلام میں تجارت کی اہمیت اور اس کے بارہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات بیان فرمائیں۔ حاضرین کی اکثریت تجارت اور صنعت سے تعلق رکھنے والے حضرات کی تھی۔ ۶ ربیع الاول اتوار کی شب کو رسالپور چھاؤنی کی ایئر فورس (ہوائی افواج) کے اجتماع میں اور اس ضمن میں جہاد پر دو گھنٹے تک خطاب فرمایا۔